سوال

(28)۔ میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا

جواب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا اور کوئی متبرک چیز مثلاً غلافِ کعبہ کا ٹکڑا کفن پر باندھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علیٰ رسول اللہ، أما بعد!

:میت کی پیشانی پر انگلی سے بسم اللہ لکھنا کتاب الٰہی، سنت رسول اللہ ﷺ، اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور قیاسِ مجتہدین سے ہر گز ثابت نہیں ہے۔ جو فعل ان چاروں میں سے کسی سے بھی ثابت نہ ہو، وہ کام کرنا منع ہے اور اسی طرح کفن پر کوئی چیز لکھنا یا کسی متبرک چیز کا رکھنا بھی جائز نہیں ہے۔ اگر سوال کیا جائے کہ فقہ کی بعض کتابوں سے لکھنا ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ علامہ فقیہ محمد بن محمد بزازی نے ''فتاویٰ بزازیہ'' میں کہا ہے:

''وذکر الإمام الصفاء لو کتب علی جبهة المیت أو علی عمامته أو کفنه عهد نامه، یرجی أن یغفر اللہ تعالی للمیت، ویجعله آمنا من عذاب القبر۔'' انتهی

''امام صفا نے لکھا ہے کہ اگر میت کی پیشانی یا پگڑی یا کفن پر عہد نامہ لکھا جائے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بخش دیں گے اور اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھیں گے۔''

اور ''فتاویٰ تاتارخانیہ'' میں کہا:

''حکی بعض أنه أوصی ابنه إذا مت، وغسلت، فاکتب فی جبهتی وصدری: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ قال: ففعلت، ثم رأیت فی المنام وسألت عن حاله، فقال لما وضعت فی القبر جاء تنی ملائکة العذاب، فلما رأوا مکتوبا علی جبهتی وصدری'' بسم اللہ الرحمن الرحیم'' قالوا: أمنت من العذاب'' انتهی

''کسی نے اپنے بیٹے کو کہا کہ میں مرجاؤں اور مجھے غسل دے دیا جائے تو میری پیشانی پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھ دینا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ پھر خواب میں باپ کو دیکھا اور اس کا حال پوچھا تو اس نے کہا: جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو عذاب کے فرشتے آئے۔ جب انہوں نے میری پیشانی اور سینے پر بسم اللہ لکھی دیکھی تو کہنے لگے تو عذاب سے بچ گیا۔''

اور ابراہیم حلبی صغیری شرح منیہ میں کہتے ہیں:

''وذکر البزازی عن الصفاء لو کتب علی جبهته أو عمامته أو کفنه عهد نامه، یرجی أن یغفر اللہ تعالی سبحانه...إلی أن قال: وعن بعض المتقدمین أنه أوصی أن یکتب فی جبهته وصدره بسم اللہ الرحمن الرحیم...الخ''

''اور بزازی نے صفا سے بیان کیا ہے کہ اگر میت کی پیشانی یا اس کے عمامے یا اس کے کفن پر عہدنامہ لکھ دیا جائے تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اسے بخش دے گا... حتی کہ اس نے کہا: متقدمین میں سے کسی سے مروی ہے کہ اس نے وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور سینے پر بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھا جائے۔''

اور علاؤ الدین حصکفی نے در مختار میں کہا:

''کتب علی جبهة المیت أو عمامته أو کفنه عهد نامه، یرجی أن یغفر الله للمیت، وأوصی بعضهم أن یکتب فی جبهته وفی صدره'' بسم الله الرحمن الرحیم'' ففعل ثم رئی فی المنام، فسئل فقال: لما وضعت فی القبر جاءتنی ملائکة العذاب، فلما رأوا مکتوبا علی جبهتی'' بسم الله الرحمن الرحیم'' قالوا: أمنت من عذاب الله.'' انتهی (الدر المختار ۲ ۲۴۶)

''میت کی پیشانی یا اس کے عمامے یا اس کے کفن پر عہدنامہ تحریر کرنے سے امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ میت کو معاف کر دے گا اور کسی نے یہ وصیت کی کہ اس کی پیشانی اور سینے پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھا جائے تو اس کے فوت ہونے کے بعد ایسے ہی کیا گیا، پھر اسے خواب میں دیکھا گیا اور اس سے پوچھا گیا (تیرے ساتھ قبر میں کیا معاملہ کیا گیا) تو اس نے جواب دیا: جب مجھے قبر میں رکھا گیا تو میرے پاس عذاب والے فرشتے آئے، مگر جب انھوں نے میری پیشانی پر ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھا ہوا دیکھا تو انھوں نے (مجھے) کہا: تو اللہ کے عذاب سے بچا لیا گیا ہے۔''

اور ابن عابدین نے ''ردالمختار'' میں کہا:

''قوله: یرجی... الخ مفاده الإباحة أو الندب، وفی البزازیة قبیل کتاب الجنایات: وذکر الإمام الصفاء لو کتب علی جبهة المیت أو علی عمامته وکفنه عهد نامه، یرجی یغفر الله تعالی للمیت، ویجعله آمنا من العذاب، قال نصیر: هذه روایة فی تجویز ذلک، وإن الفقیه ابن عجیل کان یأمر به، ثم أفتی بجواز کتابته قیاسا علی کتابة'' لله'' فی إبل الزکوة، وأقره بعضهم'' انتهی مختصرا (ردالمختار ۲ ۲۴۶)

''(در مختار کے مصنف کا) یہ قول ''یُرجٰی'' اس سے زیادہ سے زیادہ اس عمل کے مباح یا مندوب ہونے کا پتا چلتا ہے اور بزازیہ میں کتاب الجنایات سے تھوڑا پہلے مرقوم ہے: امام صفا کا یہ ذکر کرنا کہ اگر میت کی پیشانی پر یا اس کے عمامے پر اور کفن پر عہدنامہ تحریر کیا جائے تو امید کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس میت کو بخش دے گا اور اسے عذابِ قبر سے محفوظ فرمالے گا۔ نصیر نے کہا: اس روایت سے مذکورہ عمل کے جائز ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ فقیہ ابن عجیل اس کے لکھنے کا حکم دیا کرتے تھے، پھر انھوں نے زکوٰۃ کے اونٹ پر ''للہ'' لکھنے پر قیاس کرتے ہوئے میت پر عہدنامہ لکھنے کے جواز کا فتویٰ دیا اور بعض نے اس کو درست کہا۔''

اور بھی ''ردالمختار'' میں کہا:

''نقل بعض المحشین عن فوائد الشرجی أن مما یکتب علی جبهة المیت بغیر مداد بالأصبع المسبحة'' بسم الله الرحمن الرحیم'' وعلی الصدر'' لا إله إلا الله محمد رسول الله'' وذلک بعد الغسل قبل التکفین'' انتهی (ردالمختار ۲ ۲۴۷)

''بعض حاشیہ نگاروں نے فوائد شرجی سے نقل کیا ہے کہ میت کی پیشانی پر بغیر روشنائی کے انگشتِ شہادت کے ساتھ ''بسم اللہ الرحمن الرحیم'' لکھا جائے اور سینے پر ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' لکھا جائے۔ یہ عمل میت کو غسل دینے کے بعد اور کفن پہنانے سے پہلے کیا جائے۔''

اور مولانا محمد اسحٰق کی ''مائۃ مسائل'' میں مذکور ہے:

''اور کتاب درہم الکیس فارسی میں لکھا ہے: بغیر روشنائی کے صرف انگلی سے لکھا جائے۔ اسی طرح مفتاح الجنان اور کفایہ شعبی میں بھی ہے۔ پس ان روایات سے ثابت ہوا کہ میت کی پیشانی پر بغیر سیاہی یا سیاہی کے ذریعے بسم اللہ لکھنا اور سینہ و کفن پر بھی لکھنا جائز ہے اور میت کی نجات کا سبب ہے۔''

میں بفضل اللہ العلام کہتا ہوں :

ادلہ اربعہ میں سے کوئی دلیل بھی مذکورہ کتابوں میں نقل نہیں کی گئی ، اس کی بنا صرف قیاس فاسد پر ہے یا پھر خواب پر ۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ دعائیں اور اذکار اور ان کو ادا کرنے کا طریقہ توقیفی ہے ۔ لہٰذا شارع سے ثابت شدہ صورت کے علاوہ کسی طرح ان کو ادا کرنا کیسے جائز ہو سکتا ہے ؟ اسی طرح اس پر اجر کا حکم اللہ و رسول ﷺ کی طرف سے ہوتا ہے ۔ کسی کے پاس یہ اختیار نہیں کہ اس کا فیصلہ کرے ۔

شیخ جلال الدین سیوطی اپنے فتوے میں کہتے ہیں :

'' الأذكار توقيفية، وترتب الأجر عليها ومقداره توقيفي، فمن أتى بذكر أو دعاء لم يرد فليس لأحد أن يحكم عليه بشيء من الأجر بمقدار معين، لأن ذلك مرجعه إلى النبي ﷺ وحده '' انتهى

'' اذکار توقیفی ہیں اور ان کے پڑھنے سے اجر و ثواب ملتا ہے اور ثواب کتنا ملتا ہے ، اس کی مقدار بھی توقیفی امر ہے ، لہٰذا جس شخص نے غیر ثابت شدہ ذکر کیا یا دعا کی تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس پر کسی قسم کے معین مقدار میں اجر و ثواب کے ملنے کا فیصلہ صادر فرمائے ، کیونکہ اس پر اجر کا حکم صرف نبی ﷺ کی طرف سے ہوتا ہے ۔ ''

اور '' ردالمختار '' میں فرمایا :

'' والقول بأنه يطلب فعله مردود، لأن مثل ذلك لا يحتج به إلا إذا صح عن النبي ﷺ طلب ذلك، وليس كذلك '' انتهى ما في كتاب الجنائز في مطلب فيما يكتب على كفن الميت '' (ردالمحتار ۲ / ۲۴۶)

'' یہ قول کہ '' اس (میت کے کفن پر لکھنے) کا فعل مطلوب و مرغوب '' مردود ہے ، کیونکہ اس طرح کی چیزوں کو اس وقت تک حجت بنانا جائز نہیں ہے ، جب تک نبی اکرم ﷺ سے اس کا طلب کرنا صحیح سند کے ساتھ ثابت نہ ہو ، جبکہ آپ ﷺ سے مذکورہ طلب ثابت نہیں ہے ۔ ''

بعض چیزیں بہ ظاہر دیکھنے میں عبادت و موجب اجر معلوم ہوتی ہیں ، لیکن چونکہ وہ منقول نہیں ہیں ، لہٰذا منع ہیں ۔ چنانچہ علامہ فقیہ برہان الدین مرغینانی '' ہدایہ '' میں کہتے ہیں :

'' يكره أن يتنفل بعد طلوع الفجر بأكثر من ركعتي الفجر، لأنه عليه السلام لم يزد عليها مع حرصه على الصلاة '' انتهى (الهداية للمرغيناني ، ص : ۴۲)

'' طلوعِ فجر کے بعد فجر کی دو رکعت (سنتوں) سے زیادہ نفل ادا کرنا مکروہ ہے ، کیونکہ آپ ﷺ نے نماز کی حرص اور لالچ کے باوجود اس وقت میں ان دو رکعتوں سے زیادہ نفل ادا نہیں کیے ۔ ''

صبح طلوع ہونے کے بعد آنحضرت ﷺ سے صرف دو رکعت سنت ثابت ہیں ۔ اب اگر کوئی زیادہ پڑھے تو ناجائز ہوگا ، حالانکہ نماز فی نفسہٖ بہت اچھی چیز ہے ۔

اور بھی اس میں فرمایا :

'' لا يتنفل في المصلى قبل صلاة العيد، لأنه عليه السلام لم يفعل ذلك مع حرصه على الصلاة '' انتهى (الهداية للمرغيناني ، ص : ۸۴)

عید گاہ میں نفل چونکہ آنحضرت ﷺ سے ثابت نہیں ہیں اگر وہاں نفل پڑھے تو جائز نہ ہوگا ۔

اور فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے :

'' قراءة الكافرون إلى الآخر مع الجمع مكروهة، لأنها بدعة، لم ينقل ذلك عن الصحابة والتابعين، كذا في المحيط ۔ '' انتهى (الفتاوىٰ الهندية [فتاوى عالمگیری] ، ۵ / ۳۱۷)

''سورت ''قل یاأیھا الکفرون'' سے لے کر آخر تک ایک ہی رکعت میں نہ پڑھے کیوں کہ یہ بدعت ہے اور صحابہ وتابعین سے ثابت نہیں۔''

صدقے کے اونٹوں پر قیاس کر کے لکھنا قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ اونٹوں پر جو لکھا جاتا ہے، وہ علامت کے لیے لکھا جاتا ہے اور یہاں جو کچھ لکھا جاتا ہے، وہ تبرک اور نجات کے لیے لکھا جاتا ہے۔ پھر وہاں بے ادبی کا امکان نہیں اور یہاں پیپ وغیرہ میں ملوث ہونے کا یقین ہے۔

ابن عابدین نے ''ردالمختار'' میں کہا ہے:

''والقیاس المذکور ممنوع بأن القصد ثم التمیز، وھھنا التبرک، فالأسماء المعظمة باقیة علی حالھا فلا یجوز تعرضھا للنجاسة۔'' انتھی (ردالمحتار ۲ ۲۴۶)

''(اور اونٹوں پر قیاس کر کے لکھنے والا) مذکورہ قیاس ممنوع (قیاس مع الفارق) ہے، کیونکہ اونٹوں پر جو لکھا جاتا ہے وہ علامت کے لیے لکھا جاتا ہے اور یہاں جو لکھا جاتا ہے وہ تبرک کے لیے لکھا جاتا ہے۔ (پھر اونٹوں پر لکھنے سے بے ادبی کا امکان نہیں جبکہ یہاں) اسمائے معظمہ اپنی حالت پر لکھے ہوئے باقی رہتے ہیں، لہٰذا ان کو نجاست سے ملوث ہونے کے لیے باقی چھوڑنا جائز نہیں ہے۔''

پھر یہ بھی دیکھیں کہ بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے کانوں میں اذان کہتے ہیں کہ وہ اس کی زندگی کی ابتدا تھی۔ اسی پر انتہا کو قیاس کرتے ہوئے بعض لوگوں نے دفن کے وقت بھی اذان کہنا شروع کر دیا تو اکثر فقہا نے اس اذان کو دین میں بدعت قرار دیا۔

چنانچہ ابن عابدین نے ''ردالمختار'' میں کہا ہے:

''لا یسن الأذان عند إدخال المیت فی قبرہ کما ھو المعتاد الآن، وقد صرح ابن حجر فی فتاویہ ببدعتہ، وقال: من ظن أنہ سنة، قیاسا علی ندبھما للمولود، إلحاقا لخاتمة الأمر بابتدائہ، فلم یصب۔'' انتھی (ردالمحتار ۲ ۲۵۵)

''میت کو اس کی قبر میں اتارتے وقت اذان کہنا مسنون عمل نہیں ہے، جیسے کہ اب لوگوں میں یہ عمل متداول ہے۔ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں اس عمل کے بدعت ہونے کی صراحت کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس شخص نے نومولود کے کانوں میں اذان واقامت کہنے کے مندوب ہونے پر قیاس کرتے ہوئے اور انسان کے خاتمے کو اس کی ابتدا سے جوڑتے ہوئے اس اذان کے مسنون ہونے کا گمان کیا ہے، اس کا یہ گمان درست نہیں ہے۔''

نیز لکھتے ہیں:

''وقد صرح بعض علمائنا وغیرھم بکراھة المصافحة المعتادة عقب الصلوة، مع أن المصافحة سنة، وما ذلک إلا لکونھا لم تؤثر فی خصوص ھذا الموضع، فالمواظبة علیھا فیہ توھم العوام بأنھا سنة فیہ، ولذا منعوا عن الاجتماع لصلوة الرغائب التی أحدثھا بعض المبتدعین، لأنھا لم تؤثر علی ھذہ الکیفیة فی تلک اللیالی المخصوصة، وإن کانت الصلوة خیر موضوع'' انتھی (ردالمحتار ۲ ۲۳۵)

''ہمارے بعض علمائے کرام وغیرہ نے مصافحے کے مسنون ہونے کے باوجود نماز کے بعد مروجہ مصافحے کے مکروہ ہونے کی صراحت کی ہے، کیونکہ اس خاص موقع پر مصافحہ کرنا ثابت نہیں ہے۔ اس میں ایک خرابی یہ بھی ہے کہ اگر یہ کام مستقل طور پر کیا جائے تو عوام کو یہ خیال ہوگا کہ یہ عمل مسنون ہے۔ اسی لیے علما نے اس ''صلوة رغائب'' پڑھنے کے لیے جمع ہونے سے منع فرمایا ہے، جسے بعض بدعتیوں نے ایجاد کیا ہے، کیونکہ ان مخصوص راتوں میں اس کیفیت کے ساتھ نماز ادا کرنا شریعت میں ثابت نہیں ہے، اگرچہ نماز پڑھنا ایک اچھا عمل ہے۔''

اسی طرح عمدة المحدثین استاذ الاساتذہ مولانا محمد اسحاق دہلوی نے ''مائة مسائل'' میں تصریح فرمائی ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ انبیا کے علاوہ کسی کا خواب شرع میں حجت نہیں ہے اور اس سے احکام شرعیہ ثابت نہیں ہوتے۔

شیخ الاسلام جمال المسلمین علامہ شمس الدین کرمانی نے ''کواکب الداري شرح صحیح البخاري'' میں حدیث : ''قال عروۃ وثویبۃ مولاۃ لأبی لھب : کان أبو لھب أعتقھا، أرضعت النبی ﷺ فلما مات أبو لھب، رآہ بعض أھلہ ... الخ'' کے تحت فرمایا :

'' فإن قلت : فیہ دلیل علی أن الکافر ینفعہ العمل العمل، فقد قال اللہ تعالیٰ : فَجَعَلْنَاہُ هَبَاءً ...الآیۃ قلت : لا، إذ الرؤیا لیست بدلیل۔'' انتھی (الکواکب الدراري للکرماني ۱۹ ۷)

''اگر تم کہو کہ مذکور حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ کافر کو اس کا (نیک) عمل فائدہ دیتا ہے، باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے : فَجَعَلْنَاہُ هَبَاءً ...الآیۃ تو میں کہوں گا کہ نہیں اسے اس کا فائدہ نہیں ہوتا، کیونکہ (لوگوں کا) خواب دلیل نہیں بنتا ہے۔''

حجۃ الاسلام حافظ ابن حجر نے ''فتح الباری شرح صحیح بخاری'' میں کہا ہے :

'' وفی الحدیث دلالۃ علی أن الکافر قد ینفعہ العمل الصالح فی الآخرۃ، لکنہ مخالف لظاھر القرآن، قال اللہ تعالی : وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا وأجیب أولا بأن الخبر مرسل، أرسلہ عروۃ، ولم یذکر من حدثہ؟ وعلی تقدیر أن یکون موصولاً فالذی فی الخبر رؤیا منام فلا حجۃ فیہ۔'' انتھی (فتح الباري لابن حجر ۹ ۱۴۵)

''مذکورہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کافر کو آخرت میں نیک عمل کا فائدہ ہوگا، مگر یہ بات قرآن مجید کے ظاہری مفہوم کے خلاف ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے : وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا سب سے پہلے اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ خبر مرسل ہے جسے عروہ نے مرسل بیان کیا ہے اور انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ انھیں یہ خبر کس نے بیان کی ہے؟ اگر مذکورہ خبر کا موصول ہونا مان بھی لیا جائے تو اس خبر میں زیادہ سے زیادہ نیند میں ایک خواب دیکھنے کا ذکر ہے جو حجت نہیں ہے۔''

علامہ قسطلانی نے ''إرشاد الساری'' میں کہا ہے :

'' استدل بھذا علی أن الکافر قد ینفعہ العمل الصالح فی الآخرۃ، وھو مردود بظاھر قولہ : وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا لا سیما والخبر مرسل، أرسلہ عروۃ، ولم یذکر من حدثہ بہ، وعلی تقدیر أن یکون موصولاً فلا یحتج بہ، إذ ھو رؤیا منام، لا یثبت بہ حکم شرعی۔'' انتھی (إرشاد الساری للقسطلانی ۸ ۳۱)

''اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ آخرت میں کافر کو اس کا نیک عمل فائدے دے گا، جبکہ یہ استدلال مندرجہ ذیل فرمانِ باری تعالیٰ کے ظاہری مفہوم کے ساتھ مردود ہے : وَقَدِمْنَا إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَّنثُورًا خصوصاً جبکہ مذکورہ روایت مرسل ہے، جسے عروہ نے مرسل بیان کیا ہے اور انھوں نے یہ ذکر ہی نہیں کیا کہ انھیں یہ روایت کس نے بیان کی ہے۔ بالفرض یہ روایت موصول بھی ہو، پھر بھی اس سے مذکورہ استدلال کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ یہ روایت محض ایک خواب ہے اور اس کے ساتھ شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا۔''

اور مندرجہ بالا تشریحات میں ''شرح منار النسفی'' میں کہا ہے :

'' ولا اعتبار بإلھام غیر النبی ورؤیاہ'' انتھی

''غیر نبی کے الہام اور خواب کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔''

مذکورہ تمام افراد جو جواز کو نقل کرنے والے ہیں، مثلاً ابراہیم حلبی وعلاؤ الدین حصکفی وصاحب تاتارخانیہ وصاحب فوائد الشرجی وصاحب درہم الکیس وغیرہ رحمھم اللہ، یہ سب فتاوی بزازیہ سے نقل کرتے ہیں، جو خود محتاج دلیل ہے۔ جب کہ وہ ادلہ اربعہ سے کوئی دلیل نہیں ہے۔ فلا یلتفت إلیہ۔

اور جزائے خیر ملے علامہ حافظ عثمان بن عبد الرحمن الشھیر بابن الصلاح کو، کہ انھوں نے اس کے عدم جواز کا فتویٰ دیا ہے۔ چنانچہ ''رد المحتار'' میں ہے :

'' وقد أفتى ابن الصلاح بأنه لا يجوز أن يكتب على الكفن يٰسين والكهف ونحوهما، خوفا من صديد الميت۔'' انتهى (رد المحتار ۲ ۲۴۶)

'' اور ابن الصلاح نے فتویٰ دیا ہے کہ میت کے کفن پر سورت یٰسین، سورت کہف اور ان جیسی دیگر سورتیں لکھنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ان کے میت کی پیپ وغیرہ میں ملوث ہونے کا خدشہ ہے۔''

اور رد مختار میں یہ بھی ہے :

'' وقدمنا قبیل باب المیاہ عن الفتح أنہ تکرہ کتابۃ القرآن وأسماء اللہ تعالی علی الدراھم والمحاریب والجدران وما یفرش، وما ذاک إلا لاحترامہ وخشیۃ وطئہ ونحوہ، مما فیہ اہانتہ، فالمنع ھھنا بالأولی مالم یثبت عن المجتہد أو ینقل فیہ حدیث ثابت۔'' انتھی (رد المحتار ۲ ۲۴۶)

'' اور ہم نے باب المیاہ سے تھوڑا پہلے یہ ذکر کیا ہے کہ درہموں، عمارتوں، دیواروں اور بچھائی جانے والی چیزوں پر قرآنی آیات اور اللہ تعالیٰ کے نام لکھنا مکروہ ہے، اس لیے کہ ان کے احترام کا یہی تقاضا ہے کہ انھیں اس طرح کی چیزوں اور جگہوں میں نہ لکھا جائے، کیونکہ خدشہ ہوتا ہے کہ انھیں روندھا جائے اور ایسا کرنے میں ان کی توہین کا پہلو نکلتا ہے۔ لہٰذا کفن پر ان کو لکھنا بالاولیٰ منع ہے، کیونکہ ایسا کرنا کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ کسی مجتہد سے منقول ہے۔''

اور طحطاوی نے در المختار کے حاشیہ میں کہا :

'' قولہ : کتب علی جبھتہ ... الخ أخذ من ذلک جواز الکتابۃ ولو بالقرآن، ولم یعتبروا کون مآلہ إلی التنجس بما یسیل من المیت، وانظر ھذا مع کراھتھم الکتابۃ علی المراوح وجدر المساجد۔''

'' یہ قول : میت کی پیشانی پر کچھ لکھنا ... الخ اس سے لکھنے کے جواز کو لیا گیا ہے خواہ وہ قرآن ہی لکھا جائے۔ اور انھوں نے اس بات کو کوئی اہمیت نہیں دی ہے کہ ایسا کرنے سے میت سے نکلنے والی پیپ وغیرہ سے ان لکھی ہوئی آیاتِ قرآنیہ وغیرہ کے ملوث ہونے کا خدشہ ہوتا ہے، جبکہ دوسری طرف وہ پنکھوں اور مساجد کی دیواروں پر آیات وغیرہ لکھنے کو مکروہ سمجھتے ہیں۔''

اسی طرح فوائد الفوائد میں بھی عدم جواز کی تصریح ہے۔ پس ہمارے مدعا یعنی پیشانی، سینے اور کفن پر لکھنے کے عدم جواز کے اثبات کے لیے ابن عابدین کا قول : '' فالمنع ھھنا بالأولی مالم یثبت عن المجتہد أو ینقل فیہ حدیث ثابت'' کافی ہے، اگرچہ ابن عابدین نے اس عبارت کو سیاہی سے کتابت کی صورت میں کہا ہے، مگر صحیح بات یہ ہے کہ دین سے متعلق جو بھی عمل ہو، شرع سے اس کی اجازت ہونی چاہیے، ورنہ عمل نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ بہ ظاہر وہ کتنا ہی اچھا عمل لگتا ہو، یہی اس مسئلے میں انتہائی تحقیق ہے اور اللہ تعالیٰ ہی حقیقتِ حال کو سب سے بہتر جانتے ہیں۔

صورت ثانیہ کا تحقیقی جواب یہ ہے کہ روایات سے معلوم ہوگیا کہ کعبہ کے پردہ کا وجود خلفائے راشدین کے دور میں تھا اور کسی نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ چنانچہ علامہ کرمانی نے شرح صحیح بخاری میں '' باب کسوۃ الکعبۃ '' کے تحت کہا :

'' قلت : لعل الکعبۃ کانت مکسوۃ وقت جلوس عمر، فحیث لم ینکرہ، وقررھا، دل علی جوازھا۔'' انتھی (الکواکب الدراری للکرمانی ۸ ۱۱۵)

'' میں کہتا ہوں : شاید عمر رضی اللہ عنہ کے تختِ خلافت پر بیٹھنے کے وقت کعبہ کو غلاف پہنایا گیا تو انھوں نے اس کا انکار نہیں کیا، بلکہ اسے برقرار رکھا تو ان کا ایسا کرنا اس کے جواز پر دلالت کرتا ہے۔''

اسی طرح عینی کی آنے والی روایت سے معلوم ہوگا، مگر کعبے کے پردہ کا خریدنا، بیچنا، کاٹنا، لے جانا، اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اس کے جواز اور بعض عدم جواز کے قائل ہیں۔

چنانچہ علامہ بدرالدین عینی نے ''عمدۃ القاری شرح بخاری'' میں اس باب سے متعلق فرمایا ہے :

'' قال صاحب التلخیص : لایجوز بیع أستار الکعبۃ المشرفۃ، وکذا قال أبو الفضل بن عدلان : لایجوز قطع أستارھا ، ولا قطع شیء من ذلک ، ولایجوز نقلہ و بیعہ ولا شراؤہ ، وما یفعلہ العامۃ یشترونہ من بني شیبۃ لزمہ ردہ ، ووافقہ علی ذلک الرافعي ، وقال ابن الصلاح : الأمر فیھا إلی الإمام ، یصرفہ في مصارف بیت المال بیعا وعطاء ، واحتج بما ذکرہ الأزرقي أن عمر کان ینزع کسوۃ الکعبۃ کل سنۃ فیقسمھا علی الحجاج ، وعند الأزرقي عن ابن عباس وعائشۃ رضی اللہ عنھا أنھما قالا : ولا بأس أن یلبس کسوتھا من صارت إلیہ من حائض وجنب وغیرھما ۔'' انتھی (عمدۃ القاری للعینی ۹ / ۲۳۷)

''صاحبِ تلخیص نے کہا ہے کہ کعبہ شریف کے پردے اور غلاف کو بیچنا جائز نہیں ہے ۔ ایسے ہی ابوالفضل بن عدلان نے کہا ہے کہ کعبہ کے پردے کو کاٹنا جائز نہیں ہے ، لہٰذا اس کے کسی حصے کو مت کاٹا جائے اور نہ ہی اسے کہیں لے جانا ، بیچنا اور خریدنا جائز ہے ۔ یہ جو عوام الناس بنوشیبہ سے اسے خریدتے ہیں ، ضروری ہے کہ اسے ممنوع قرار دیا جائے ۔ رافعی نے بھی اس موقف میں ان کی موافقت کی ہے اور ابن الصلاح نے کہا ہے : اس کا معاملہ امام وقت کے سپرد کیا جائے ، وہ بیت المال کے مصارف میں اس کی فروخت اور عطیے میں جیسے چاہے تصرف کرے ۔ انھوں نے ازرقی کے ذکر کردہ اس عمل سے دلیل لی ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ ہر سال کعبہ کا پردہ اور غلاف اتار کر حجاج کرام میں تقسیم کر دیتے تھے ۔ ازرقی کے ہاں ابن عباس اور عائشہ رضی اللہ عنھم سے مروی روایت ہے کہ ان دونوں نے کہا : کعبہ کا غلاف ہر اس فرد کے لیے پہننے میں کوئی حرج نہیں ، جسے بھی وہ نصیب ہو جائے ، خواہ وہ حائضہ عورت اور جنبی وغیرہ ہوں ۔''

جو لوگ کعبہ کے پردے کی خرید و فروخت کے قائل ہیں ، وہ اس کو تبرک کے لیے میت کے کفن کے لیے بھی جائز سمجھتے ہیں ۔ دلیل یہ ہے کہ رسول ﷺ کے کپڑے میں تبرک کے لیے کفن دیا جانا ثابت ہے ۔ حافظ الحدیث حجۃ اللہ فی الارض امام المحدثین محمد بن اسماعیل البخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں خود روایت فرمایا :

''عن عبداللہ بن عمر أن عبداللہ بن أبي لما توفي جاء ابنہ إلی النبي ﷺ فقال : أعطني قمیصک أکفنہ فیہ ، وصل علیہ ، واستغفر لہ ، فأعطاہ قمیصہ'' رواہ البخاري ۔ (صحیح البخاری ، رقم الحدیث ۱۲۱۰)

''عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی فوت ہوگیا تو اس کا بیٹا (جو مسلمان تھا) نبی اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی : (اے اللہ کے رسول ﷺ !) مجھے اپنی قمیص عطا کیجیے ، تاکہ میں اس میں اپنے باپ کو کفن دوں اور اس کی نمازِ جنازہ بھی پڑھا دیجیے اور اس کے لیے استغفار کیجیے ، تو آپ ﷺ نے اسے اپنی قمیص عطا کر دی ۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے ۔''

''عن سھل أن امرأۃ جاءت النبي ﷺ ببردۃ منسوجۃ فیھا حاشیتھا ، أتدرون ما البردۃ؟ قالوا : الشملۃ ، قال : نعم ، قالت : نسجتھا بیدي فجئت لأکسوکھا ، فأخذھا النبي ﷺ محتاجا إلیھا ، وأنھا إزارہ ، فحسنھا فلان ، فقال : اکسنیھا ما أحسنھا ، فقال القوم : ما أحسنت ! لبسھا النبي ﷺ محتاجا إلیھا ، ثم سألتہ ، وعلمت أنہ لا یرد سائلا ، قال : إني واللہ ما سألتہ لألبسہ ، وإنما سألتہ لتکون کفني ، فکانت کفنہ'' رواہ البخاري ۔ (صحیح البخاری ، رقم الحدیث ۱۲۱۸)

''سہل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس ایسی چادر لائی جس کے کناروں پر حاشیہ بنا ہوا تھا (راوی حدیث سہل رضی اللہ عنہ نے پوچھا) جانتے ہوئے ''بردہ'' کسے کہتے ہیں ، شاگردوں نے کہا : چادر کو کہتے ہیں ۔ فرمانے لگے : ہاں ! اس عورت نے عرض کی : میں نے یہ چادر اپنے ہاتھ سے بُنی ہے اور میں آپ ﷺ کو پہنانے کے لیے لائی ہوں ۔ نبی کریم ﷺ کو اس کی ضرورت تھی ، سو آپ ﷺ نے وہ لے لی اور اسی کو بطور تہبند پہن کر باہر نکلے ۔ کسی صحابی نے اس کی تحسین و تعریف کی اور کہا : کیا عمدہ چادر ہے (یا رسول اللہ ﷺ !) یہ مجھے عنایت کر دیجیے ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے اسے کہا : نبی اکرم ﷺ نے یہ چادر پہنی اس حال میں کہ آپ ﷺ کو اس کی ضرورت تھی ، لہٰذا تُو نے اچھا نہیں کیا ، جو آپ ﷺ سے یہ چادر مانگی اور تم جانتے بھی ہو کہ آپ ﷺ کسی کا سوال رد نہیں کرتے ۔ اس نے کہا : اللہ کی قسم ! میں یہ چادر اس لیے تھوڑے مانگی ہے کہ میں اسے پہنوں ۔ میں نے تو صرف اس لیے مانگی ہے کہ یہ میرا کفن بنے ۔ سو وہ چادر اس کا کفن بنائی گئی ۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے ۔''

''قال عمرو : سمعت جابر بن عبداللہ ، قال أتی رسول اللہ ﷺ عبداللہ ابن أُبَي بعد ما أدخل حفرتہ ، فأمر بہ فأخرج ، فوضعہ علی رکبتیہ ونفث فیہ من ریقہ ، وألبسہ قمیصہ'' رواہ البخاري ۔ (صحیح البخاری ، رقم الحدیث ۱۲۸۵)

''عمرو نے کہا : میں نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے سنا ، فرماتے تھے : رسول اللہ ﷺ عبداللہ بن اُبی کے پاس اس وقت تشریف لائے جب اس کی لاش قبر میں رکھ دی گئی

تھی، آپ ﷺ نے اسے نکالنے کا حکم دیا، سو اسے نکالا گیا، آپ ﷺ نے اسے اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اس پر اپنا تھوک ڈالا اور اسے اپنی قمیص پہنائی۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔''

''عن أم عطية قالت: توفيت إحدى بنات النبي ﷺ فأتانا النبي ﷺ فقال: اغسلنها بالسدر وترا ثلاثا أو خمسا أو أكثر من ذلك إن رأيتن ذلك بماء وسدر واجعلن في الآخرة كافورا أو شيئا من كافور، فإذا فرغتن فآذنني فلما فرغنا آذناه، فألقى إلينا حقوه، فضفرنا شعرها ثلاثة قرون وألقيناها خلفها'' رواه البخاري۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۲۰۴)

''ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کی ایک بیٹی کا انتقال ہوگیا تو نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اسے بیری (ڈال کر پانی) سے طاق مرتبہ غسل دو۔ تین مرتبہ یا پانچ مرتبہ یا اگر ضرورت محسوس کرو تو اس سے زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے ساتھ اور آخر میں کافور یا تھوڑا سا کافور شامل کردو۔ جب تم غسل دے چکو تو مجھے اطلاع کردینا۔ جب ہم اس کے غسل سے فارغ ہوچکے تو ہم نے آپ ﷺ کو اطلاع دی، آپ ﷺ نے اپنا تہبند ہماری طرف پھینکا (تاکہ ہم اس کے ساتھ کفن دیں) ہم نے ان کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا کر ان کی پیٹھ کے پیچھے ڈال دیں۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔''

البتہ کفن مسنون سے ایک ٹکڑا بھی زیادہ کرنا خلاف سنت ہے۔ اس لیے تو علماء نے میت کے لیے عمامہ کو مکروہ کہا ہے کہ یہ سنت سے ثابت نہیں ہے۔ بخاری عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

''عن عائشة رضي الله عنها أن رسول الله ﷺ كفن في ثلاثة أثواب بيض ليس فيها قميص ولا عمامة'' رواه البخاري۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث ۱۲۱۳)

''رسول اللہ ﷺ کو تین سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا۔''

قاضی حسین بن منصور نے ''فتاویٰ قاضی خان'' میں کہا ہے:

''أكثر ما يكفن فيه الرجل ثلاثة أثواب، ليس فيها عمامة عندنا'' انتهى (دیکھیں: فتاویٰ قاضی خان ۱ ۱۶۰)

''کفن میں تین کپڑے ہیں، جن میں ہمارے مذہب کے مطابق پگڑی نہیں ہے۔''

اور علامہ زین بن نجیم نے ''بحر الرائق شرح کنز الدقائق'' میں کہا:

''وفي المجتبى: وتكره العمامة في الأصح'' انتهى (البحر الرائق ۲ ۱۸۹)

''اور مجتبیٰ میں ہے: کفن میں پگڑی کا ہونا اصح قول کے مطابق مکروہ ہے۔''

اور محمد بن عبداللہ الغزی نے ''تنویر الابصار'' میں کہا:

''وتكره العمامة للميت في الأصح'' (تنویر الأبصار، لوح: ۴۵، مخطوط)

''اصح قول کے مطابق میت کے لیے پگڑی مکروہ ہے۔''

اور قہستانی نے ''جامع الرموز'' میں کہا:

''والأصح أنه يكره العمامة كما في الزاهدي'' انتهى (جامع الرموز (شرح مختصر الوقاية المسمى بالنقاية) للقهستاني، ص: ۱۵۷)

''اور اصح موقف یہ ہے کہ کفن میں پگڑی مکروہ ہے، جیسا کہ زاہدی میں ہے۔''

کعبہ کے پردے کا ٹکڑہ میت کے کفن میں رکھنا جائز نہیں، اس لیے کہ میت کے ساتھ قبر میں سوائے کفن کے کچھ بھی نہ رکھنا سنت ہے اور یہ ٹکڑا رکھنا سنت کو ختم کردیتا ہے۔ لہٰذا یہ بدعت ہے۔ اسی طرح مشائخِ تصوف جو قبر میں میت کے ساتھ پوداوغیرہ رکھتے ہیں، یہ بھی مذکورہ دلیل کی وجہ سے بدعت ہے۔

نیز حدیث شریف میں آیا ہے:

''عن غضیف بن الحارث الثمالی قال قال رسول اللهﷺ: ما أحدث قوم بدعة إلا رفع مثلها من السنة، فتمسک السنة خیر من إحداث بدعة۔'' رواہ أحمد۔ (مسند أحمد ۴ ۱۰۵۔ اس کی سند میں ''ابو بکر بن ابی مریم'' راوی ضعیف ہے)

''غضیف بن حارث ثمالی سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جو لوگ کوئی بدعت اختیار کرتے ہیں تو ان سے اسی قدر سنت اٹھالی جاتی ہے۔ لہٰذا سنت کو تھامنا بدعت اختیار کرنے سے بہتر ہے۔ اسے احمد نے روایت کیا ہے۔''

دونوں جوابوں کا خلاصہ یہ نکلا کہ میت کی پیشانی یا کفن پر بسم اللہ وغیرہ لکھنا، انگلی یا سیاہی سے، اور کعبے کے پردے کا ٹکڑہ کفن میں رکھنا بدعت ہے۔ مسلمان اسے اسلام سے ثابت شدہ سمجھ کر کرتے ہیں، حالانکہ یہ ثابت شدہ نہیں ہے۔

امامان حافظان بخاری و مسلم عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

''عن عائشة قالت قال رسول اللهﷺ: من أحدث فی أمرنا هذا ما لیس منه فهو رد'' متفق علیه۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث (۲۵۵۰) صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۷۱۸)

''عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: جس نے کوئی ایسا کام کیا جو دین میں نہیں ہے، وہ کام اللہ کے ہاں مردود ہے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے۔''

''من عمل عملا لیس علیه أمرنا فهو رد'' رواہ البخاری۔ (صحیح البخاری ۶ ۲۶۷۵، صحیح مسلم، رقم الحدیث ۱۷۱۸)

''جس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی بنیاد شریعت میں نہیں وہ کام مردود ہے۔ اسے بخاری نے روایت کیا ہے۔''

''عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه أن رسول اللهﷺ قال: إنما هما اثنتان: الكلام والهدی، فأحسن الكلام كلام الله، وأحسن الهدی هدی محمد، ألا وإیاكم ومحدثات الأمور، فإن شر الأمور محدثاتها، وكل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة'' رواہ ابن ماجه۔ (سنن ابن ماجه، رقم الحدیث ۴۶)

''عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: بس دو ہی چیزیں ہیں: کلام اور ہدایت۔ بہترین کلام اللہ کا کلام ہے اور بہترین ہدایت محمدﷺ کی ہدایت ہے۔ خبردار (دین میں) نئی چیزوں سے بچو، یقیناً بدترین کام (دین میں) نئی چیزیں ایجاد کرنا ہے۔ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اسے ابن ماجہ نے روایت کیا ہے۔''

ھذا ما عندی واللہ اعلم بالصواب

مجموعہ مقالات، وفتاویٰ

صفحہ نمبر142

محدث فتویٰ